ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-27

OPEN ACCESS

ڈاکٹر رفعت چوہدری
شعبہ اردو جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ۔
ڈاکٹر عظمیٰ نورین
شعبہ اردو جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ۔

اردو افسانے میں وقت کا جمالیاتی اور فلسفیانہ تصور

Dr. Riffat Ch*
Department of Urdu, GC Women University, Sialkot.
Dr. Uzma Naureen
Department of Urdu, GC Women University, Sialkot.
***Corresponding Author:**

Aesthetic and Philosophical Concept of Time In Urdu Fiction

The aesthetic and philosophical aspects of time in Urdu short stories are examined in this essay. Time is analysed not just as a chronological component but also as a thematic and symbolic force that shapes the meaning and structure of stories , The research as complexity to the short story from by highlighting how time reflects memory , perception , and existential thought through a selection of works by authors such as Manto, Intezar Hussain and Khalida Hussain.

Key Words: *Aesthetic, short stories, symbolic, structure of stories, complexity, perception.*

وقت ایک ایسا موضوع ہے جس نے ادب خصوصاً افسانے میں گہرا اور پیچیدہ مقام حاصل کیا ہے۔ افسانہ نگاری میں وقت محض ایک تسلسل یا پس منظر نہیں، بلکہ ایک زرخیز موضوع ہے، جو کرداروں کی زندگیوں، یادوں اور ان کے تجربات کو آشکار کرنے اور معنویت بخشنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسی طرح فلسفہ وقت کی وہ ذیلی شاخ ہے جو وقت کی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-27

حقیقت، اس کی ساخت اور انسانی تصور پر غور کرتا ہے، اور افسانے میں اسے حسن بیان اور موضوعاتی گہرائی میں تبدیل کرتا ہے۔

افسانے میں وقت کی جمالیات کا مطلب ہے وقت کے بہاؤ، وقت کے لحاظ سے داستان کے احوال کی پیشکش، اور وقت کے مختلف زاویوں جیسے، ماضی، حال اور مستقبل کی ساخت اور ان کے باہمی تعلق کا خوبصورت اظہار۔ تحریر میں گہرائی، وہم، یادیں اور لمحاتی تجربات وقت کی جمالیات کے اہم پہلو ہیں۔

بہت سے افسانہ نگار کرداروں کی یادوں کے ذریعے نہ صرف ماضی کو زندہ کرتے ہیں، بلکہ وقت کی پیچیدگی کو بھی دکھاتے ہیں۔ماضی اور حال کا آپس میں جھلملاتا ہوا رشتہ ہی افسانوی کہانیوں کو منفرد بناتا ہے۔

مثال کے طور پر جب کردار کسی ماضی کے لمحے کو بار بار یاد کرتا ہے، تو یہ محض یادداشت نہیں، بلکہ وقت کی غیر خطی نوعیت کا حسن دکھاتا ہے، جو قاری کو گہرے جذباتی تجربے سے جوڑتا ہے۔ اسی طرح وقت کا تصور ،افسانے کے پلاٹ کے تناؤ اور ثقافتی معنی کو بڑھاتا ہے۔ وقت کی تیز رفتاری، سست روی یا رکاوٹیں انسانی زندگی کے جذباتی پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہیں، اور افسانہ نگار ان لمحات کی خوبصورت تصویر کشی کے ذریعے قاری کو عہد وجود میں لے جاتا ہے۔

فلسفیانہ نظر سے وقت کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ دورانیاتی وقت یعنی کہ (chronological Time)

جو گھنٹوں، منٹوں اور دنوں کے تسلسل میں چلتا ہے۔

۲۔ تجرباتی وقت (Experiential Time) جو ذاتی اور ذہنی تجربات کے تحت محسوس کیا جاتا ہے۔

افسانے میں فلسفیانہ وقت کا تصور اکثر تجرباتی وقت کے گرد گھومتا ہے۔ کرداروں کی ذاتی یادیں افسوس، امیدیں اور خیالات وقت کے بہاؤ کو یکسر بدل دیتے ہیں۔ یوں افسانہ وقت کو محض پیروی کرنے والا عنصر نہیں بلکہ کسی کے وجود کی گہرائی اور حرارت کا آئینہ بنادیتا ہے۔

کچھ معاصر افسانہ نگار وجودی فلسفہ سے متاثر ہو کر وقت کے غیر خطی تصور کو اپنے بیانیے کا مرکز بناتے ہیں۔ یہ افسانے انسانی شعور کے پیچیدہ میلان اور متوازی دنیاؤں کی عکاسی کرتے ہیں۔ جہاں ماضی اور حال بار بار بدلتے اور ایک دوسرے کے اندر گھل مل جاتے ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

وقت کی جمالیات اور فلسفے کا انسانی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے افسانوں میں وقت کی جمالیاتی پیشکش فلسفے کی گہرائی اور انسانی زندگی کی پیچیدگی کو جوڑتی ہے۔ وقت کی نوعیت نہ صرف ہمارے اعمال اور فیصلوں کو متاثر کرتی ہے، بلکہ ہماری ذات اور یادداشت کے وجودی سوالات بھی اٹھاتی ہے۔ افسانہ نگار وقت کو پر معنی اور متحرک رکھ کر قاری کو بھی اس فلسفیانہ سفر میں شامل کر لیتا ہے۔ یہ تصور ہمیں بتاتا ہے کہ وقت محض گزرنے والی واقعیت نہیں بلکہ زندہ زبان اور تاریخ کا بے مثال ذریعہ ہے۔ جو انسانی رشتوں، یادوں، خوابوں، اور مستقبل کی امیدوں کا پل ہوتا ہے۔

افسانے میں وقت کی جمالیات اور فلسفے کا تصور ایک دوسرے کو مکمل کرتا ہے۔ جمالیاتی حسن کہانی کو گہرائی عطا کرتا ہے، اور فلسفیانہ باریکی وقت کی حقیقی ساخت کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ افسانہ نگار اس تصور کو استعمال کر کے انسانی جذبات، وجود اور یادوں کی لذت کو بیان کرتا ہے، جس سے قاری ایک خوبصورت اور معنی خیز ادبی تجربہ حاصل کرتا ہے۔ وقت کا یہ فنی اور فلسفیانہ امتزاج افسانے کو زندگی کی پیچیدگیوں کا شاعر بناتا ہے۔

غلام عباس کے افسانے آنندی میں وقت کی جمالیات اور فلسفے کے تصور کو نہایت خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کہانی میں سماجی مسائل کے ساتھ ساتھ تجربات، اقتدار اور وقت کی نوعیت پر بھی غور کیا گیا ہے۔ اس افسانے میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بازار حسن کی تبدیلی کو بھی دکھایا گیا ہے، اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ ویرانہ کیسے ایک نئی بستی میں تبدیل ہو گیا۔ تبدیلی وقت کی جمالیات میں وقت کے ساتھ حالات بدلنے سے انسان اپنی جگہ کو نئے سرے سے تشکیل دیتا ہے۔

بلدیہ کے اراکین کی وقت کے تصادم کے ساتھ یہ تضاد وقت کی جمالیات کو اجاگر کرتا ہے۔ وقت کی سماجی نوعیت کی تبدیلی سے رسم و رواج اور معیارات بھی تشکیل پاتے ہیں، کہ کیسے ایک سماجی واقعہ وقت کی تبدیلی کے مطابق نیا رنگ اختیار کرتا ہے۔

اس کہانی سے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان اپنی تقدیر اور قسمت خود بنا سکتا ہے ا، ور انسانی وجود کی گہرائی میں جھانکنے کی دعوت دیتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اخلاقیات اور معاشرتی ذمہ داریوں کا زمانی اور مکانی سیاق اور سباق بھی بدلتا رہتا ہے۔ یعنی ایک ہی لمحہ مختلف لوگوں کے لیے مختلف معنی رکھتا ہے۔ بازار حسن کے اراکین اور بیسوااں کے لیے وقت کا تجربہ اور نوعیت مختلف ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

فلسفیانہ نقطہ نظر وقت کو ایک رخ یا ایک کیفیت سے ہٹ کر کئی معنی اور تجربات کا حامل بناتا ہے۔ بازار حسن کی عورتوں کی کوشش اور جستجو سے وقت کی اجتماعی فیصلہ سازی میں مختلف تجربات بھی سامنے آتے ہیں۔ جہاں فرد کی زندگی میں وقت ایک زنجیر کی مانند ہوتا ہے۔ کہانی میں نئی بستی کی تعمیر و ترقی وقت کے تسلسل اور جدت پسندی کے فلسفے کو اجاگر کرتی ہے۔ انسانی زندگی میں تبدیلی اور استحکام کے ساتھ جینا پڑتا ہے۔

غلام عباس کا افسانہ آنندی وقت کی جمالیات اور فلسفہ تصور کو نہایت باریکی سے پیش کرتا ہے۔ افسانے میں وقت کو تہہ دار اور متحرک تصور کے طور پر پیش کیا گیا ہے، نہ کہ تقویمی یا سائنسی حقیقت کے طور پر۔ مصنف افسانے کو ایک مسلسل تغیر پذیر جمالیاتی عنصر کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

قصبہ جو محدودیت کے دائرے سے وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا گیا، اور یہ تبدیلی محض مادی نہیں بلکہ تہذیبی، ثقافتی جمالیات کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان کی شہوانی خواہشات اور سماجی اقدار بھی بدل جاتے ہیں۔ ابتدا یہ غیر اخلاقی تھا لیکن وقت کے ساتھ منظم اور ریاستی زیر پرستی میں آ جاتا ہے۔

افسانے میں غلام عباس نے cyclic اور Ironic پہلوؤں کو نہایت منظم انداز میں اجاگر کیا ہے. تہذیب اور اخلاق کے نام پر آنندی کو باہر نکال دیا جاتا ہے۔ لیکن وقت کا دھارا انسانی کوششوں کی سادگی اور انسانی اقدار کا تمسخر اڑاتا دکھائی دیتا ہے۔

قرۃ العین حیدر کا افسانہ روشنی کی رفتار کو عموماً لوگ سائنس فکشن سمجھتے ہیں۔ کیونکہ نام کی وجہ سے اس میں راکٹ کی موجودگی کو ظاہر کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ وقت کا افسانہ ہے۔ کیونکہ وقت کو کسی زبان یا مکان میں قید نہیں کیا جا سکتا۔ افسانے میں مصنفہ ۱۹۶۶ء کے زمانہ میں راکٹ میں سوار ہوتی ہے اور ۱۳۱۵ء قبل مسیح زمانے میں ممبئی سے مصر میں پہنچ جاتی ہے۔ جہاں اس کو انگریزی، ملیالم اور ہندی زبان بھی آتی ہے۔

افسانے میں تاریخی حقیقت کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فاتح قوم ہمیشہ مفتوح قوم کو اس کے وطن سے جلاوطن کرتی ہے۔ جس طرح آج کل فلسطینی دربدر اور اسرائیلی قابض ہیں۔ وقت کو دراصل انہوں نے فنا کی دوسری شکل کے روپ میں بیان کیا ہے۔ انسان ماضی اور حال میں رہتا ہے اور مستقبل کے بارے میں وہ بالکل بے خبر ہے۔

مصنفہ نے دکھایا ہے کہ انسان ہزاروں برس پہلے جیسا، ظالم تھا، جنگیں لڑتا تھا، آج بھی بالکل ویسا ہے۔ صرف ان کے لڑنے کے اور جنگوں کے انداز اور طریقے میں فرق آ چکا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-27

آخری حصے میں ازلی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ انسان اپنے زمانے میں ہی خوش ہے اور اپنے زمانے سے پیار کرتا ہے۔ گزرے وقت کو واپس لانا چاہتا ہے، مگر وہ مجبور اور لاچار ہے۔

تجسس، اسلوب، پلاٹ اور کردار نگاری کے لحاظ سے یہ افسانہ وقت کا ایک لازوال افسانہ بن جاتا ہے۔ ان کے افسانوں کا اطلاق کسی خاص زمانے یا وقت پر نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس افسانے میں جلاوطنی کا دکھ ہر آنے والے اور گزرے ہوئے فرد کا المیہ رہا ہے۔

کیرم ارم سٹرانگ کو اس مطالعہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اردو افسانہ نگاروں میں قراۃ العین حیدر نے اخلاقیات، روحانیت، مفاد پرستی، تہذیبی اقدار کی شکست وریخت اور دوسرے انسانی جذبات و خیالات کو بیان کرنے کے لیے مناسب استعاروں کو استعمال کیا۔ جس کی وجہ سے انہیں اپنی تحریروں میں فکری اور جمالیاتی گہرائیاں برقرار رکھنے میں کافی مدد ملی۔

پدما ایک ایسے زمانے کی لڑکی ہے جس میں تعقل پسندی نے فکر کے وجدانی نتائج کو ابتدائی دور کے ناپختہ نظریات کہہ کر رد کر دیا ہے۔ وہ لوگ پدما کی علمیت سے متحیر ہو کر اسے کاہنہ تصور کرنے لگے۔ تب سے پدما انہیں سائنسی دور کی تیز رفتاری کے بارے میں اور اس ٹائم مشن کی کارکردگی کے بارے میں بتاتی ہے۔

مصنفہ نے سائنسی ایجادات مغربی اور ایرانی اساطیر سے فائدہ اٹھا کر جدید دور کی مکاریوں سے وابستہ کر دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اساطیری واقعات اور کرداروں کی وجہ سے بیانیہ میں حقیقت کا پرتو نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ افسانہ روشنی کی رفتار کے بارے میں لکھتے ہیں کہ۔

" افسانہ روشنی کی رفتار میں قرت العین حیدر نے سائنسی اصطلاحات کے ذریعے انسانی وجود کے اسرار و رموز کو بے نقاب کیا ہے۔ وقت اور شعور کے بہاؤ کو جس فنی مہارت سے پیش کیا گیا ہے، وہ اردو افسانے کو جدید تنقیدی سطح پر لے آتا ہے۔[۱]

"روشنی کی رفتار" کے بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر کی رائے ہے کہ:

"روشنی کی رفتار ایک علامتی، فکری اور کثیر الجہت افسانہ ہے۔ وقت کا تصور، تنہائی، اور رشتوں کی معنویت اس افسانے میں ایک نئے تخلیقی انداز سے ابھرتی ہے۔[۲]

قرۃ العین حیدر کا افسانہ "پت جھڑ کی آواز" حقیقت کے قریب ترین معلوم ہوتا ہے۔ اسلوب میں لکھے گئے افسانے کا مرکزی کردار تنویر فاطمہ جو کہ مڈل کلاس کی ایک مسلم لڑکی ہے، اس کے گرد گھومتا ہے۔ اس افسانے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-27

کا ماحول مصنفہ کے مشاہدے اور تخیل کی کار فرمائی کا نتیجہ ہے۔ اس میں سادہ اور بیانیہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ یہ افسانہ متوسط گھرانے کی لڑکیوں کے لیے ایک اہم نمائندہ ہے۔ آخر میں تباہی اس لڑکی کا مقدر بن جاتی ہے، اور وہ تباہی سے دوچار ہوتی ہے۔ یہ افسانہ ایک اور حقیقت بھی ظاہر کرتا ہے کہ حد سے زیادہ جب کسی شخص پر پابندیاں لگا دی جاتی ہیں تو وہ انسان کو بہت جلد بے لگام کر دیتی ہیں۔ احساس گناہ وہ چیز ہے جس کے باعث انسان اپنی مذہبی اور گھریلو روایات کا دامن آسانی سے نہیں چھوڑ سکتا۔

اس افسانے میں ایک حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ المناک اختتام افسانے کا حصہ ہے۔ اس افسانے میں لاشعور اور تحت الشعور کی بحث کو نہیں چھیڑا گیا۔ بلکہ سیدھے سادے، بیانیہ انداز میں اور بیانیہ اسلوب میں یہ افسانہ لکھا گیا ہے۔ افسانے کے مرکزی کردار اور عنوان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ بہار کے بعد جب پت جھڑ میں پتے گرتے ہیں تو ان کے گرنے کی آواز کو کوئی بھی محسوس نہیں کر سکتا، اور ہوا ان پتوں کو اڑا کر کہاں لے جائے گی کوئی بھی نہیں جانتا۔

اس میں وقت کی جمالیاتی اور فلسفیانہ حقیقت کے نقطہ کو بڑی گہرائی سے بیان کیا گیا ہے کہ وقت ایک آنی جانی چیز ہے جو کہ ہر لمحہ ایک جیسا نہیں رہتا۔

ڈاکٹر ناصر عباس نیر افسانہ پت جھڑ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> "پت جھڑ ایک ایسا علامتی افسانہ ہے، جو وجودی کرب، یادداشت، اور وقت کے بہاؤ کے خلاف انسانی بے بسی کو موضوع بناتا ہے"۔ [۳]

کایا کلپ افسانے کا مرکزی کردار آزاد بخت شہزادہ اور شہزادی ہے۔ وہ عشق میں گرفتار ہے، برائیوں اور بدیوں سے پیکار ہے۔ شہزادی دیو کی قید میں ہے۔ کشمکش میں وقت گزرتا گیا۔ ایک دن وہ سارا ماضی بھول گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مکھی بن گیا۔

انتظار حسین اپنے افسانے میں انسان کے اخلاقی اور روحانی زوال و شکست کو بڑے انوکھے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ افسانے میں انسان کی ذات وجود اور کردار کو برقرار رکھنے کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ کیونکہ آج کے انسان جیسی ریاکاری اور منافقت سے دوچار ہیں تو انسان اپنی شخصیت اور پہچان کو فراموش کر بیٹھتا ہے۔ انسان کی یادداشت اس کی شخصیت کا عکاس ہوتی ہے، اس کا نمونہ ہوتی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-27

اس افسانے کا بنیادی موضوع خود شناسی ہے، یعنی ہر شخص میں کوئی نہ کوئی مکھی موجود ہوتی ہے۔ اگر انسان ریاکاریوں، برائیوں، بدیوں اور منافقت میں گر جائے تو وقت کے ساتھ ساتھ وہ مکھی اتنی طاقتور ہوتی جاتی ہے کہ رفتہ رفتہ انسان اپنے آپ کو بھلا دیتا ہے، اور اپنی شخصیت اور ماضی کو کھو دیتا ہے۔ اپنی ذات کو برقرار رکھنے کے لیے نفس کو مارنا اور قابو کرنا اس کے لئے ناگزیر ٹھہرتا ہے۔ اس میں وقت کے فلسفیانہ پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ انسان کو اپنی شخصیت برقرار رکھنے کے لیے بدکرداریوں اور طرح طرح کی غیر رسمی باتوں اور رویوں سے خود کو بچانا اور محفوظ کرنا ہے۔

کایا کلپ انتظار حسین کا نہایت گہرا علامتی اور وجودی نوعیت کا افسانہ ہے۔ جس میں شناخت، لاشعور، اور وجود کی تبدیلی جیسے موضوعات کو نفسیاتی اور علامتی انداز میں وقت کے بہاؤ کے لحاظ سے پیش کیا گیا ہے۔ افسانہ انسان کے جسم اور روح کے باہمی تضاد کا گہرا شعور لیے ہوئے ہے۔

اس افسانے کا غیر حقیقی اور حیرت انگیز موضوع جدید زندگی کی بے رخی اور معنویت کا ایک طاقتور استعارہ ہے۔ جہاں افراد کو ان کی ذاتی قدر کی بجائے خارجی رویوں سے پہچانا جاتا ہے۔ افسانے کا اسلوب سادگی اور نفسیاتی گہرائی کا امتزاج ہے۔ کایا کلپ افسانہ حقیقت میں گہری، جمالیاتی اور فکری پرتیں رکھتا ہے۔ دراصل انسان کی داخلی حالت، وجودی بحران اور شناخت کی تحلیل کی نمائندگی کرتا ہے۔

ماحول خواب ناک غیر حقیقی اور طلسماتی سا ہے۔ یہ غیر معمولی منظر ایک قسم کی جمالیاتی کشش پیدا کرتا ہے۔ انسان جب معاشرتی، روحانی یا فکری جبر کے تحت اپنی اصل شناخت کھو دیتا ہے، تو وہ بے ضرر، معمولی اور بے معنی مخلوق بن جاتا ہے۔

یہ استعارہ نہایت پر اثر اور جمالیاتی لحاظ سے نہایت طاقتور ہے۔ کیونکہ اس سے قاری کے دل میں اداسی اور بے چارگی پیدا ہو جاتی ہے۔

طلسماتی تمثیل سے انسان کی داخلی وجودی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس افسانے کا مرکزی موضوع اور کردار انسان ہے۔ ہر انسان، یا کوئی بھی انسان ہو سکتا ہے۔ اس تجریدی پن کے باعث افسانہ علامتی رنگ اختیار کر گیا ہے۔ افسانہ مختصر ہے، لیکن گہری معنویت رکھتا ہے۔

افسانے میں شہزادی کے پاس جادو تو ہے لیکن محدود حد تک ہے۔ مکمل آزادی نہیں دے سکتی۔ صرف بچاؤ کی محدود صورت ہے یہ افسانہ قاری کو جھنجھوڑنے اور سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-27
ماخذ تحقیقی مجلہ

انتظار حسین کے افسانے شہر افسوس میں زندگی اور موت، وقت اور تاریخ، یادداشت اور حقیقت، کے دھندلائے ہوئے دائرے میں انسانی تجربے کا عکس پیش کیا گیا ہے۔

انتظار حسین کے ہاں وقت صرف ایک مسلسل بہنے والا لمحہ نہیں، بلکہ ایک ایسا دائرہ ہے جس میں ماضی، حال، مستقبل ایک دوسرے میں گھل مل جاتے ہیں۔ شہر افسوس میں تین مردہ کردار زندہ لوگوں کی طرح آپس میں بات کر رہے ہیں۔ یہ کیفیت وقت کے جمالیاتی بکھراؤ کو ظاہر کرتی ہے۔ کرداروں کا مر کر بھی زندہ رہنا اس بات کا اشارہ ہے کہ وقت میں کوئی حتمی تقسیم باقی نہیں رہی۔ چہروں کا مسخ ہو جانا، وقت کے زوال و شکست، اور جمالیاتی ابتری کو اظہار کرتا ہے۔ بوسیدہ عمارتیں، اجڑے چہرے اور خاموش فضائیں یہ وقت کے زوال کی جمالیاتی تصویریں ہیں۔ کہانی ڈراؤنی خواب کا سا تاثر دیتی ہے جو قاری کو جمالیاتی الجھن میں ڈال دیتا ہے۔

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ افسانے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> "انتظار حسین کا شہر افسوس ایک ایسا علامتی افسانہ ہے جس میں کربلا کے استعارے کو وقت کے بہاؤ میں ہجرت سیاسی انحطاط اور تہذیبی شکست کے لیے استعمال کیا گیا ہے اس میں مرثیے کا رنگ بھی ہے اور اجتماعی لاشعور کی بازگشت بھی"۔ (۴)

افسانے کا بنیادی فلسفیانہ نقطہ انسان کی وجودی حالت، وقت کے فلسفے، اور موت کی حدبندیوں کی تحلیل پر مشتمل ہے۔ کردار مرنے کے بعد سوال کرتے ہیں کہ وجودی آگہی زندہ ہے۔ مرنے کے بعد بھی شعور کا باقی رہنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وجود جسمانی نہیں بلکہ فکری اور روحانی بھی ہے۔ فلسفیانہ سطح پر افسانہ تاریخ کے جبر اور اجتماعی حافظے کی چھان بین کرتا ہے۔ تینوں کرداروں کی حالت زار ایک ایسی انسانیت کا آئینہ ہے جو اپنے انجام سے بے خبر اور لاچار ہے۔ ان کا بولنا چلنا سوچنا یہ غیر معمولی فلسفیانہ سچائی بیان کرتا ہے۔ شہر افسوس میں وقت اور وجود ایک دوسرے میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ یہ کہانی اردو ادب کی جمالیاتی وسعت کو ظاہر کرتی ہے۔

ممتاز نقاد شمس الرحمن فاروقی انتظار حسین کے فن کے بارے میں کہتے ہیں:

> " انتظار حسین کے افسانے سماجی تاریخ نہیں بنتے بلکہ اس سے عظیم تر حقیقت بنتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے یہاں انسان یعنی کردار علامت بن جاتے ہیں، اور یہ بات قابل لحاظ ہے کہ انتظار حسین کے کردار بے نام ہوتے ہیں۔ اور وہ انہیں ایسی صفات کے ذریعے تشخص

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-27

کرتے ہیں جو انہیں کسی طبقے یا قوم سے زیادہ جسمانی یا ذہنی کیفیات کے ذریعے تقریباً دیو مالائی فضا سے متعلق کر دیتے ہیں اور خط مستقیم کی بجائے دائرے کا تاثر پیدا کرتے ہیں"[۵]

ممتاز شاعر افسانہ نگار احمد ندیم قاسمی ڈاکٹر انتظار حسین کی تکنیک اور اسلوب کے بارے میں کہتے ہیں:

انتظار حسین کے افسانوں کے اسلوب پر غور کرتے ہوئے مجھے غزل بہت یاد آئی: شعور کی رو میں ایک غیر شعوری باطنی ربط ضرور ہوتا ہے۔ یہی ربط ایک اچھی غزل میں بھی ہوتا ہے۔ یوں اردو کی یہ صنف جدید ذہن کے قریب پہنچ جاتی ہے"[۶]

چوراہا کا جمالیاتی پہلو علامت، تجرید، داخلی کیفیات اور اسلوبی تجربے میں پوشیدہ ہے۔ جمالیاتی پہلو کا اظہار منظر نامے کی ترتیب، رنگوں، روشنیوں اور آوازوں سے ہوتا ہے۔ چراغ کا فلسفیانہ پہلو وجودی الجھن، تشخص کی تلاش، اور زندگی کی بے معنویت کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ افسانہ دراصل داخلی تنہائی اور شناخت کے بحران کا بیانیہ ہے۔

سلیم احمد لکھتے ہیں:

انتظار حسین کا افسانہ قاری کو جھنجھوڑ دیتا ہے کہ وقت محض تقویم کا شکار نہیں بلکہ ایک نفسیاتی شکنجہ ہے جس میں انسان قید ہے۔[۷]

ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

انتظار حسین نے وقت کو افسانوی بیانیے کا جزو لانیفک بنا کر شعور اور لاشعور کے درمیانی خلا کو پر کیا ہے۔ وقت کے حوالے سے کردار کی بے یقینی اور معنویت کی تلاش وجودی فکر کی عکاس ہے۔ وقت دراصل یادداشت کے کینوس پر بننے والا وہ دندلا نقش ہے جسے انسان بار بار دہراتا ہے۔[۸]

وقت ایک ایسا موضوع ہے جس نے ادب خصوصاً افسانے میں گہرا اور پیچیدہ مقام حاصل کیا ہے۔ افسانہ نگاری میں وقت محض ایک تسلسل یا پس منظر نہیں، بلکہ ایک زرخیز موضوع ہے۔ جو کرداروں کی زندگیوں، یادوں ا،ور ان کے تجربات کو آشکار کرنے اور معنویت بخشنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسی طرح فلسفہ وقت کی وہ ذیلی شاخ ہے، جو وقت کی حقیقت، اس کی ساخت، اور انسانی تصویر پر غور کرتا ہے۔ اور افسانے میں اسے حسن بیان اور موضوعاتی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-27
ماخذ تحقیقی مجلہ

گہرائی میں تبدیل کرتا ہے۔ افسانے کا داخلی تناظر نو آبادیاتی ملک کی آزادی اور تقسیم ہے۔ لہٰذا وجودی شناخت کے یہ اصول اسی تناظر میں تشکیل پاتے اور اپنی معنویت متعین کرتے ہیں۔

اہم ترین بات یہ ہے کہ اس اصول کا جتنا مستند علم یہ افسانوی بیانیہ مہیا کرتا ہے کوئی دوسرا متن مہیا کرنے کا اول دعویٰ نہیں کر سکتا، اور اگر کرتا ہے تو اسے منطقی اور تجربی استناد میں سے محض ایک حاصل ہوتا ہے۔

کیونکہ وجود کی شناخت جب فطری تاریخ سے ہو تو اس کا تحفظ انسانوں کی سب سے بڑی وجودی ذمہ داری بن جاتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ آدمی کا وجود اور اس کی شناخت اس دھرتی کی مرہون ہے جہاں وہ پیدا ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱. گوپی چند نارنگ، "ساختیات، پس ساختیات اور مشرقی شعریات" مقتدرہ قومی زبان, اسلام آباد, ۱۹۹۴ء صفحہ ۲۱۵۔

۲. اختر سلیم، ڈاکٹر، اردو افسانہ: ایک مطالعہ، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء صفحہ ۲۹۶۔

۳. عباس نیر, ناصر, ڈاکٹر, علامت, "تمثیل اور جدید اردو فکشن"، فکشن ہاؤس لاہور، سن اشاعت، ۲۰۰۵ء، صفحہ ۱۷۲۔

۴. گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، "ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات"، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، سن اشاعت، ۱۹۹۴ء، صفحہ، ۲۳۷۔

۵. فاروقی, شمس الرحمن, ڈاکٹر, "اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات" (پی ایچ ڈی مقالہ), مقالہ نگار, فوزیہ اسلم, نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز, اسلام اباد, اکتوبر، ۲۰۰۵ء صفحہ ۵۱۳.

۶. ایضاً، صفحہ ۵۱۸.

۷. احمد سلیم، ڈاکٹر، "ادب اور ہم"، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۱ء۔

۸. وزیر آغا, ڈاکٹر, "اردو ادب میں جدید رجحانات"، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز, سن اشاعت، ۲۰۰۴ء۔